ایمان کی پختگی کے بغیر ہم اپنی ذمہ داری کو نباہ نہیں سکتے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍اگست ۱۹۷۰ء بمقام سعید ہاؤس ایبٹ آباد۔ غیر مطبوعہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

’’صحت کے ساتھ بیماری بھی لگی ہوئی ہے اور بعض بیماریاں تو ایسی ہیں کہ ایک دفعہ حملہ کریں تو پھر ان کا عمر کا ساتھ ہو جاتا ہے اسی قسم کی بیماریوں میں سے پیچش ہے خصوصاً وہ قسم جسے ’’ایم بی بک ڈیسنٹری‘‘ کہتے ہیں بڑی دیر سے مجھے بھی تکلیف ہے۔ کبھی یہ بیماری سوئی رہتی ہے اور کبھی بیدار ہو کر تنگ کرتی ہے۔ ربوہ میں ہی پیچش کا بڑا سخت حملہ ہوا لیکن وہاں ایک دو روز چلنے سے قبل حملہ ہوا تھا۔ میں نے اس کی دوائی اس لئے استعمال نہیں کی کہ دوائی پیچش کو تو خدا تعالیٰ کے فضل سے فائدہ پہنچاتی ہے لیکن کمزوری بہت کر دیتی ہے اور وہاں اس قسم کے کام تھے اور اس نوعیت کے کام تھے کہ جنہیں ختم کرنا ضروری تھا اس لئے میں نے خیال کیا کہ کام کئے جائیں اور پیچش کو کھیلنے دیا جائے یہاں آ کر دوائی کا استعمال کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے کچھ افاقہ ہے لیکن کمزوری اتنی ہوگئی ہے کہ آج صبح تو خیال تھا کہ میں شاید جمعہ میں شامل نہ ہوسکوں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شامل ہو گیا ہوں اور کوشش کروں گا کہ بالکل مختصر بیان میں آپ کی توجہ ایک نہایت اہم بات کی طرف مبذول کرادوں اور یہ ایک بنیادی بات ہے یعنی ایمان پر پختگی سے قائم ہونا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سینکڑوں جگہ ایمان کے لفظ کو استعمال کیا ہے اور اس کے

بیسیوں شعبے اور بیسیوں شاخیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے بعض کے متعلق شاید میں بعد میں انشاءاللہ خطبات دوں گا آج میں صرف اصولی بات یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ایمان پر پختگی ضروری ہے ورنہ ایمان کا کوئی فائدہ نہیں مثلاً ہمیں بعض مومن ایسے بھی نظر آتے ہیں کہ جو بظاہر دیانتداری کے ساتھ اور اخلاص سے یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اپنی اس دیانت داری اور اخلاص کے باوجود وہ قبروں پر جا کر سجدہ بھی کر دیتے ہیں یعنی بہت سے اَن پڑھ ناسمجھ پورا علم نہ رکھنے والے عوام مسلمان قبروں پر جا کر سجدہ بھی کر دیتے ہیں اور انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنے ایمان باللہ پر پُختہ ہیں حالانکہ اللہ پر ایمان اور کسی قبر یا قبر والے کا خیال یہ تو اکٹھے نہیں ہوسکتے لیکن عدم علم اور جہالت کے نتیجہ میں بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں (وہ اپنے خدا کو دھوکہ نہیں دے رہے ہوتے البتہ اپنے نفس کو ضرور دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں) کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اللہ پر ایمان لانے کے راستے میں قبر کا سجدہ روک نہیں ہے۔

ایک بڑی موٹی مثال ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے ایمانوں پر پختگی سے قائم ہوں چنانچہ جب ہم صحابہؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم حیران ہو جاتے ہیں کہ کس قدر پختہ ایمان تھا ان کا، ہر اس شعبہ اور شاخ کے متعلق کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کیا ہے۔ قریباً ۳۸ یا ۴۰ سالہ دور ہے ہجرت کے بعد کا خلافت راشدہ کے اختتام تک اس زمانہ پر اگر آپ اس نقطہ نگاہ سے نظر ڈالیں کہ صحابہؓ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جن لوگوں نے صحیح اور کامل اور پوری تربیت حاصل کی انہوں نے کیا کردار ادا کیا تو آپ کو نظر آئے گا کہ وہ اسلام کی روح رواں تھے وہ امت مسلمہ کی جان اور ریڑھ کی ہڈی تھے ان کے بغیر امت مسلمہ کا جسم بھی کھڑا نہیں ہوسکتا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ ان کے اوپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اسلام کی روح رواں بنیں کیونکہ انہوں نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ تربیت حاصل کی ہوئی تھی وہ لوگ جو صحابہؓ کہلائے گو بعد میں تو امت مسلمہ کے علماء اور فقہاء نے صحابی کی تعریف بہت نرم کر دی تا کہ صحابیوں کے نام کا تقدس اور برکت امت میں جاری رہے لیکن صحابہؓ میں سے دو گروہ ہیں ایک وہ جو دن رات آپ کے قُرب میں رہنے والے تھے اور ہر بات کے متعلق اور اپنی زندگی کے

ہر پہلو کے متعلق آپ سے تربیت حاصل کرنے والے تھے اور دوسرے وہ تھے جو تین سو میل سے آئے ایک دفعہ ملے اور پھر واپس چلے گئے۔ صحابی کی تعریف کے مطابق وہ بھی صحابی بن گئے یا مثلاً حج کرنے آئے اور دور سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اور مقدس اور نورانی وجود پر نظر ڈالی اور برکت لی (برکت انہوں نے یقیناً لی اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا) اور حج کے دنوں میں آپ کے کلمات سنے اور اس سے استفادہ کیا یہ بھی اپنی جگہ صحیح ہے لیکن ان دو برکتوں یعنی ایک وہ شخص ہے جو دن رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے برکتیں حاصل کر رہا ہے اور ایک وہ شخص ہے جس نے برکت تو حاصل کی لیکن اپنی ساری زندگی میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں دس منٹ یا آدھ گھنٹہ یا گھنٹے تک برکت حاصل کی پس عملی زندگی اور اس زمانہ کے حقائق کے لحاظ سے ان دو برکتوں میں بڑا فرق نظر آتا ہے۔

مثلاً ایک اور واقعہ میں یہاں بیان کر دیتا ہوں یرموک کی جنگ ہوئی قیصر روم کے ساتھ مسلمانوں کی جو جنگیں ہوئی ہیں ان میں سے یہ جنگ سب سے زیادہ خطرناک تھی ایک اور اس سے ملتی جلتی جنگ تھی لیکن یہ یقیناً بہت خطرناک جنگ تھی مسلمان ان کی تعداد کے لحاظ سے جو ان کی تعداد کم کر کے اور اپنی تعداد زیادہ کر کے دیکھ رہے تھے مورخین میں بڑا اختلاف ہے جو زیادہ سے زیادہ تعداد ثقہ مؤرخین نے مسلمانوں کی لکھی ہے وہ لی جائے اور جو کم سے کم تعداد مسلمان مؤرخین نے رومیوں یعنی عیسائیوں کی لکھی ہے وہ لی جائے تو مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد میں ۱ اور ۴، ۱ اور ۵ کا فرق ہے۔ غرض یہ بڑی زبردست جنگ تھی اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے مسلمانوں کو فتح دی لیکن اس جنگ میں ایک دن میں (باقی تو چھوٹی چھوٹی جھڑپیں تھیں) ایک ہزار ایسے صحابہ رضوان اللہ علیہم شہید ہوئے جو صحیح طور پر ایک لمبے عرصہ تک حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کر چکے تھے اور جو اپنی ذمہ داری کو کما حقہ، سمجھتے تھے اور اس ایک ہزار میں ایک سو ایسے صحابہؓ تھے جو بدر میں شامل ہوئے تھے حالانکہ بدر پہلی جنگ ہے پس معلوم ہوا یہ بہت پرانے صحابہؓ میں سے تھے کیونکہ بدر میں کُل ۳۱۳ صحابہؓ شامل ہوئے تھے اور یرموک کی جنگ تک بہت سے ویسے ہی وفات پا گئے ہونگے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس دن بدری صحابہؓ میں سے باقی کتنے موجود ہونگے لیکن اگر فرض کر لیں کہ سارے موجود تھے

تب بھی ۳۱۳ کی اس ابتدائی جماعت میں سے جو شروع سے ایمان لائے اور ساری جنگوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئے ان ۳۱۳ میں سے ایک سو صحابی یعنی ایک تہائی یہاں شہید ہوگئے یہ چوٹی کے صحابہؓ تھے اور امت مسلمہ کی جان تھے اس وقت اگر یہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ شاید کسی اور رنگ میں فضل کرتا اسکے فضل کے جو دروازے ہیں ان کا تو کوئی شمار نہیں لیکن ظاہری حالات میں یہ لوگ جو تھے ان کے ساتھ جب دوسروں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ان میں ان جیسی ہمت نظر نہیں آتی کہ یرموک کی جنگ یا ایران کی دوسری جنگیں یا قیصر روم کے ساتھ دوسری جنگیں جیت سکتے۔ ان پرانے صحابہؓ میں سے بسا اوقات ایک ایک آدمی جنگ جیت جاتا تھا۔

ایک دفعہ مسلمانوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا۔ وہ Surrender (سرنڈر) نہیں کر رہے تھے حالانکہ ایسی صورت میں دشمن کے ساتھ اسلام نے بڑی نرمی دکھائی ہے کہا ہے یا اسلام لے آؤ تمہیں ہر قسم کی برکتیں ملیں گی دین کی بھی اور دنیا کی بھی اور اگر تمہارے دل میں اسلام کی صداقت پوری طرح واضح نہیں ہوئی تو پھر جزیہ دے دو ہماری امان میں آجاؤ۔ تم ہماری حفاظت میں ہو گے اور اس کا کرایہ سمجھ لو جس طرح کرایہ پر آدمی ٹیکسی لیتا ہے اسی طرح ہماری تلواریں تمہاری حفاظت کریں گی تم ہمیں تھوڑا سا جزیہ دے دو یعنی ہر آدمی کو جزیہ کے طور پر سال میں چند روپے دینے پڑتے تھے۔ اسلام نے جزیہ کی بہت نرم شرائط رکھی ہیں مگر یہ جزیہ دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھے اور لڑتے بھی نہیں تھے قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے تھے مسلمان تنگ آگئے چونکہ وہ عملی زندگی کے عاشق تھے اگر چار پانچ دن بھی کوئی معرکہ نہ ہوتا تھا تو وہ بے چین ہو جاتے تھے کیونکہ دوسرے روحانی معرکوں سے تو وہ دور آئے ہوئے تھے اور اب میدان جنگ میں پڑے ہوئے تھے۔

چنانچہ ایک دن ان پرانے صحابہؓ میں سے ایک بزرگ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ہم یہاں محاصرہ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں دشمن باہر نکلتا نہیں قلعہ اتنا مضبوط ہے کہ ہمارے لئے ویسے اندر جانا مشکل ہے تم مجھے اُٹھا کر قلعے کی دیوار کے پرے دروازے کے پاس پھینک دو میں وہاں جو سپاہی ہوں گے ان کو مار دوں گا اور قلعہ کا دروازہ کھول دوں گا وہ چونکہ بڑے

بزرگ صحابیؓ تھے اس لئے ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم آپ کو کس طرح موت کے منہ میں پھینک دیں ہماری شامت آئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں میں جو کہتا ہوں کہ مجھے قلعہ کے اندر پھینک دو میں اکیلا کافی ہوں آگے روایتوں میں اختلاف ہوگیا ہے بعض نے کہا ہے کہ ان کے ساتھی مان گئے اور انہوں نے کندھوں پر اٹھا کر ان کے پرلی طرف کودنے کا سامان کر دیا ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا اچھا میں خود ہی دیوار پر چڑھ جاتا ہوں بہر حال وہ اکیلے دشمن کے قلعے کے اندر گھس گئے۔ قلعہ مضبوط اور اس کے اندر ان کی ایسی فوج جسے کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا کیونکہ جنگ ہی کوئی نہیں ہوئی تھی مگر انہوں نے اکیلے خدا کی راہ میں دلیری دکھائی کہ دیوار پھاندی، اندر گئے پانچ دس آدمی جو دروازے پر محافظ تھے ان کو خدا کے فضل سے قتل کر دیا جس وقت دروازہ کھولنے لگے تو پیچھے سے ان کے اور آدمی آگئے یعنی سینکڑوں کی بات تھی۔ اب دروازہ کھلتا یا ان کو پکڑ کر مار دیتے لیکن اس وقت (یہ خدا کی شان تھی کہ) قلعہ کے دروازہ پر تالہ نہیں لگا ہوا تھا بلکہ بولٹ ٹائپ کی کوئی چیز تھی اس واسطے جلدی سے دروازہ کھل گیا۔ مسلمان فوج اندر آگئی اور قلعے پر قابض ہوگئی گو انہوں نے اندر آ کر بھی دشمن سے لڑائی لڑی لیکن اصل میں تو اس جنگ کو جیتنے والے وہی ایک صحابیؓ تھے۔

امت مسلمہ کی تاریخ میں یہ ساری چیزیں ہمیں کیوں نظر آتی ہیں؟ اسلئے ہمیں نظر آتی ہیں کہ وہ ایمان کی پختگی پر قائم تھے۔ ایسے قائم تھے کہ حضرت خالدؓ بن ولید نے بسا اوقات دشمن کو اپنے خط میں یہ لکھا ہے کہ تمہارے لئے بہتر یہ ہے کہ جزیہ پر صلح کر لو کیونکہ میرے ساتھ وہ فوج ہے جو موت سے اس سے زیادہ پیار کرتی ہے جتنا تم لوگوں کو زندگی سے پیار رہے اور ان کے عمل بھی یہی ثابت کر رہے تھے۔

یہی ایمان کی پختگی آج بھی چاہئے آج بھی اسلام کو اسی کی ضرورت ہے۔ غلبہ اسلام کا وہ کام جو ہمارے سپرد کیا گیا ہے وہ اسکے بغیر نہیں ہوسکتا جنون ہی ہے نا جس طرح وہ جنون تھا کہ اکیلے اندر جا کر قلعے کا دروازہ کھول دے گا۔ ایک دنیا دار کی نگاہ میں وہ ایک جنون کی بات تھی اور یہ بھی ایک جنون کی بات ہے جب وہ ہم سے یہ سنتے ہیں کہ ایک چھوٹی سی غریب جماعت جسے مٹانے کے لئے ساری دنیا اکٹھی ہوگئی ہے اور جس کے پاس طاقت نہیں، روپیہ نہیں اور دولت

نہیں دنیوی علوم کے لحاظ سے کوئی بڑے اچھے سکالر نہیں مگر کہتے یہ ہیں کہ ہم نے ساری دنیا میں اسلام کو غالب کرنا ہے جس طرح وہ (یعنی صحابہؓ) کہتے تھے کہ ساری دنیا میں اسلام اب فاتح اور غالب کی حیثیت سے رہے گا صرف منہ سے یہ کہہ دینا کہ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اسلام کو غالب کر کے چھوڑیں گے یہ تو بالکل بے معنی بات ہے جب تک اس قسم کا ایمان اور ایمان میں اس قسم کی پختگی نہ ہو جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں تھی۔ اس پختگی کے بغیر تو ہم کام ہی نہیں کر سکتے یہ تو مذاق ہے دنیا کے ساتھ اور اپنے نفسوں کے ساتھ یہ تو شیطان کے ہاتھ میں کھیلنا ہے غرض ایمان کی پختگی کے بغیر ہم اپنی ذمہ داری کو نباہ نہیں سکتے میں نے بتایا ہے کہ ایمان کی پختگی مختلف شعبوں سے تعلق رکھتی ہے اسکی مختلف شاخیں ہیں اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ پھر بتاؤں گا آج تو الحمد اللہ، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے چند منٹ ہی بنیادی طور پر یہ بات میں نے بتا دی ہے اس کی تفصیل میں انشاء اللہ پھر جائیں گے۔

(از رجسٹر خطباتِ ناصر۔ غیر مطبوعہ)

❁❁❁